شفیع عقیل

(1930ء - 2013ء)

دوستی کا پھل

کسی جنگل میں ایک کبوتر اور کبوتری رہتے تھے۔ ایک بڑے سے درخت پر ان کا گھونسلا تھا اور اس میں وہ دونوں امن چین کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ جب کبوتری نے گھونسلے میں انڈے دیے تو اسے ہر وقت اسی بات کی فکر لگی رہتی کہ:

''کہیں کوئی جانور انڈے نہ لے جائے۔''

یہی بات سوچتے ہوئے ایک روز وہ کبوتر سے کہنے لگی:

''ہمارا یہاں کوئی ایسا سنگی ساتھی نہیں ہے جو وقت پڑنے پر کام آسکے۔''

''لیکن تمھیں یہاں خطرہ کس بات کا ہے؟''

کبوتر نے حیرانی سے دریافت کیا۔ اس پر کبوتری اسے سمجھانے کے انداز میں بولی۔

''بُرا وقت کسی کو بتا کر نہیں آیا کرتا۔''

پھر اس نے قدرے سنجیدگی سے کہا:

''ہمیں اپنے ایک دو ساتھی ضرور بنانے چاہئیں تا کہ مصیبت کے وقت وہ ہماری مدد کر سکیں۔''

کبوتری کی یہ بات سن کر کبوتر بھی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر وہ کچھ سوچ کر کہنے لگا۔

''تمھاری بات اپنی جگہ درست ہے مگر مصیبت یہ ہے کہ یہاں ہماری برادری کا کوئی پرندہ بھی تو نہیں رہتا۔ پھر دوست بنائیں تو کسے بنائیں؟''

کبوتری بولی:

''کوئی حرج نہیں۔ ہماری برادری کا کوئی پرندہ نہیں ہے تو نہ ہو۔ آخر کسی دوسری برادری کے پرندے یا جانور سے بھی تو تعلقات قائم کیے جاسکتے ہیں؟''

''اکیلا جاندار دنیا میں کسی کام کا نہیں ہوتا۔ ہمیں کوئی نہ کوئی ساتھی ضرور بنا لینا چاہیے۔''

سچ تو یہ ہے کہ کبوتری کی بات کبوتر کے دل کو لگ گئی تھی۔ آج تک اس کا اس طرف دھیان ہی نہ گیا تھا اور اب کبوتری کے کہنے پر اسے بھی احساس ہونے لگا تھا کہ کوئی نہ کوئی دوست ضرور ہونا چاہیے۔ وہ دل ہی دل میں اپنے اردگرد کے قریبی علاقے کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہاں کون کون رہتا ہے؟ کچھ پرندے اس کے ذہن میں آئے لیکن وہ وہاں سے کافی فاصلے پر رہتے تھے۔ اس لیے ان سے

دوستی کرنا یا نہ کرنا برابر تھا کیونکہ وقت پڑنے پر انھیں اطلاع بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ سوچتے سوچتے کبوتر کو خیال آیا کہ جہاں وہ رہتے ہیں، اس سے ذرا آگے ایک دوسرے درخت پر گِدھوں کا ایک جوڑا رہتا ہے۔ اس نے کبوتری سے کہا:

''قریب ہی ایک درخت پر گِدھوں کا ایک جوڑا رہتا ہے۔ اگر تم کہو تو میں ان کے پاس جاؤں۔'' کبوتری جلدی سے بولی:

''اس میں سوچنے کی کیا بات ہے؟ ابھی جاؤ اور ان سے دوستی قائم کرو۔''

''مگر مجھے تو گِدھوں سے ڈر لگتا ہے۔ ان کا ہم سے میل مشکل ہی معلوم ہوتا ہے۔''

کبوتر سوچ میں پڑ گیا لیکن کبوتری نے پھر اسے سمجھاتے ہوئے کہا:

''گِدھ ہیں تو کیا ہے؟ ہیں تو پرندے؟ تم جا کر تو دیکھو۔''

''اچھا! تم کہتی ہو تو میں چلا جاتا ہوں۔''

کبوتر نے اتنا کہا اور اسی وقت اڑ کے گِدھوں کے جوڑے کے پاس جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے سلام دعا کی اور پھر بڑی اپنائیت سے کہنے لگا۔

''ہم سب ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اور اس طرح ہمارا رشتہ سگوں جیسا ہے۔ پھر کیوں نہ ہم ایک دوسرے کے دوست بن جائیں؟''

اس پر گِدھ قدرے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمسائے تو ماں جائے ہوتے ہیں۔ آپس کے دکھ سکھ میں شریک ہو کر ایک دوسرے کا سہارا بنتے ہیں۔''

کبوتر نے انھیں بھی اپنا ہم خیال پایا تو بولا۔

''میں اسی لیے تم لوگوں کے پاس آیا ہوں کہ آج سے ہم دوست بن جائیں۔''

جواب میں گِدھ بولا۔

''ہم تو آج سے ایک دوسرے کے دوست بن گئے ہیں مگر میری بات مانو تو ہم ایک اور کام کریں۔''

کبوتر نے پوچھا:

''وہ کیا؟''

جس پر گِدھ نے بتایا۔

''یہاں قریب ہی ایک درخت کی کھوہ میں ایک سانپ رہتا ہے۔ اگر وہ بھی ہمارا دوست بن جائے تو پھر ہم خطرے سے بالکل محفوظ ہو جائیں گے۔''

یہ تجویز کبوتر کو بھی پسند آئی۔لہٰذا وہ بولا۔

''اگر یہ بات ہے تو چلو اس کے پاس چلتے ہیں۔ہوسکتا ہے،وہ بھی ہمارا دوست بن جائے۔''

چنانچہ گدھ اور کبوتر دونوں سانپ کے پاس پہنچ گئے۔سانپ کو اپنے آنے کا مقصد بتایا اور کہا۔

''یہ ٹھیک ہے کہ ہم تینوں مختلف برادری سے تعلق رکھتے ہیں مگر دوست بننے میں کیا حرج ہے؟''

''دوستی میں تو کوئی پابندی حائل نہیں ہوتی؟''

سانپ نے ان دونوں کی باتوں کو بڑے غور سے سنا،کچھ دیر تک لیٹا ان پر سوچ بچار کرتا رہا اور پھر ان سے کہنے لگا۔

''دوستی بڑی مشکل ہوتی ہے۔اس میں ایک دوسرے کے لیے جان قربان کرنا پڑتی ہے۔''

''تم ہمیں،ہر امتحان میں ثابت قدم پاؤ گے۔''

دونوں نے بیک زبان سانپ سے کہا۔اس پر سانپ بولا:

''اگر یہ بات ہے تو مجھے تم دونوں کی دوستی منظور ہے۔آج سے ہم تینوں دوست ہیں اور وقت پڑنے پر ایک دوسرے کی پوری پوری مدد کریں گے۔''

''بالکل ایسا ہی ہوگا۔''

اس طرح کبوتر،گدھ اور سانپ کی دوستی ہوگئی۔اب کبوتری مطمئن تھی کہ وہ اکیلے نہیں رہے۔ان کے دوسرے ساتھی بھی ہیں۔

دن گذرتے گئے۔کبوتری نے جو انڈے دیے تھے،اب ان کی جگہ ننھے منے بچوں نے لے لی تھی۔کبوتری اور کبوتر دن رات بچوں کی دیکھ بھال اور حفاظت میں لگے رہتے۔ایک روز ایک شکاری اس طرف آنکلا۔وہ صبح سے مارا مارا پھر رہا تھا لیکن کوئی شکار اس کے ہاتھ نہیں لگا تھا۔وہ اسی درخت کے نیچے آکر کھڑا ہوگیا جس پر کبوتر اور کبوتری نے گھونسلا بنا رکھا تھا۔اس نے دل میں سوچا۔

''خالی ہاتھ گھر جانا اچھی بات نہ ہوگی۔کیوں نہ کسی گھونسلے سے کسی جانور کے بچے ہی پکڑ کے لے چلوں۔کچھ تو مل جائے گا۔''

اتنا سوچ کر اس نے ارد گرد سے درخت کا جائزہ لیا تو اسے اس پر ایک گھونسلا دکھائی دیا۔گھونسلا دیکھ کر اس نے اپنے تجربے سے اس کا اندازہ بھی کر لیا کہ گھونسلے میں کسی پرندے کے بچے بھی موجود ہیں۔اس وقت شام ہونے کو آئی تھی اور آہستہ آہستہ چاروں طرف اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔یہ دیکھ کر شکاری کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔اس نے سوچا۔

''اگر میں درخت کے نیچے آگ جلا دوں تو روشنی میں درخت پر گھونسلا تلاش کرنے میں آسانی رہے گی۔''

اس نے ادھر اُدھر سے چند سوکھی لکڑیاں اور گھاس پھونس جمع کی اور پھر ان میں آگ لگا کر الاؤ سا روشن کر دیا۔اس کے بعد وہ درخت پر چڑھنے کی تیاری کرنے لگا۔

ادھر درخت کے نیچے شکاری یہ تیاری کر رہا تھا اور ادھر درخت پر بیٹھے ہوئے کبوتر اور کبوتری یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔وہ شکاری

کی نیت بھانپ گئے تھے اور اب اپنے بچوں کو بچانے کی ترکیبیں سوچ رہے تھے جو ابھی اتنے چھوٹے تھے کہ اڑ بھی نہ سکتے تھے۔ کبوتر کبوتری سے کہنے لگا۔

''میں ابھی اپنے دوستوں کو خبر کرتا ہوں اور انھیں جلد بلا کر لاتا ہوں۔''

اس پر کبوتری کہنے لگی۔

''یہ درست ہے کہ تم اپنے دوستوں کو بلا لاؤ گے اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ وہ ہماری مدد کو آ بھی جائیں گے لیکن بہتر یہ ہے کہ پہلے ہم خود کوشش کریں۔ ہوسکتا ہے، دوسروں کی مدد کے بغیر ہی یہ مصیبت ٹل جائے۔''

''میرا تو خیال ہے پہلے اپنے دوستوں کو خبر کر دینی چاہیے۔''

کبوتر نے اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کہا، جس پر کبوتری نے کہا:

''اگر کوئی اپنی مدد آپ نہ کرے تو دوسرے بھی اس کی مدد کو تیار نہیں ہوا کرتے۔ ہاں، اگر ہم اس کا مقابلہ کرنے میں ناکام ہو جائیں تو پھر تم اپنے دوستوں کو ضرور بلا لانا۔ مگر پہلے ہمیں خود ہی کچھ کرنا چاہیے۔''

شکاری آگ جلا چکا تھا اور اب اس نے اس کی روشنی میں درخت پر چڑھنا شروع کر دیا تھا۔ کبوتری نے جب اسے درخت پر چڑھتے ہوئے دیکھا تو کبوتر سے بولی۔

''اگر ہم آگ بجھا دیں تو شکاری اندھیرے میں ہمارا گھونسلا نہیں ڈھونڈ سکے گا۔''

''مگر ہم آگ کیسے بجھا سکتے ہیں؟''

کبوتر قدرے فکر مند ہوتے ہوئے بولا۔

''تم آؤ تو سہی! ہم کوشش کرتے ہیں۔''

کبوتری نے اتنا کہا اور وہ دونوں بجلی کی سی تیزی سے اڑ گئے۔ قریب ہی دریا بہہ رہا تھا۔ ان دونوں نے دریا پر پہنچ کر اپنے پروں میں پانی بھرا اور پھر آن کی آن میں واپس آ کر وہ پانی جلتی ہوئی آگ پر چھڑک دیا۔ وہ پھر اڑے اور دوبارہ پانی لا کر آگ پر چھڑکا اور اس طرح چند ہی لمحوں میں تین چار بار پانی لا کر انھوں نے آگ پر چھڑک دیا جس سے جلتی ہوئی آگ بجھ گئی۔

درخت پر چڑھتے ہوئے شکاری نے جب دیکھا کہ آگ بجھ گئی ہے اور اندھیرے میں گھونسلا تلاش کرنا مشکل ہے تو نیچے اتر کر اس نے دوبارہ آگ جلائی اور پھر سے درخت پر چڑھنے لگا۔ ادھر کبوتر اور کبوتری نے جب دیکھا کہ آگ دوبارہ روشن ہوگئی ہے تو وہ پھر سے بھاگے بھاگے دریا پر گئے اور پہلے کی طرح پروں میں پانی بھر بھر کر لا کر اس پر چھڑکنے لگے۔ اور اس طرح چند ہی لمحوں میں انھوں نے پھر آگ بجھا دی۔

شکاری ایک بار پھر درخت پر چڑھتے چڑھتے رک گیا۔ کچھ اندھیرا بھی بڑھ چکا تھا اور روشنی کے بغیر درخت پر چڑھنا ممکن نہیں تھا۔

اسے آگ پر رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا کہ یہ اپنے آپ بجھ کیسے جاتی ہے؟ وہ غصے میں کھولتا ہوا پھر درخت سے نیچے اترا اور ایک بار پھر ادھر اُدھر سے لکڑیاں جمع کر کے ان میں آگ لگا دی۔ اس دفعہ اس نے موٹی موٹی لکڑیاں جمع کی تھیں تا کہ جلنے کے بعد آگ بجھ نہ سکے۔ کبوتر اور کبوتری نے جب یہ دیکھا کہ اس دفعہ کی آگ بجھانا ان کے بس کی بات نہیں تو وہ بہت گھبرائے۔ اب دوستوں کی مدد ضروری تھی چنانچہ کبوتری نے کبوتر سے کہا:

''اب دوستوں سے مدد لینے کا وقت آ گیا ہے۔''

''جلدی جاؤ اور اپنے گدھ دوست کو مدد کے لیے بلا لاؤ۔''

یہ سنتے ہی کبوتر آن کی آن میں گدھ کے جوڑے کے پاس پہنچا اور انھیں ساری بات بتا کر کہا:

''اب مجھے تم لوگوں کی مدد کی ضرورت ہے۔''

گدھ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ سارے کام چھوڑ کر کہا:

''چلو! ہم ابھی چلتے ہیں۔ دوستی کس روز کام آئے گی؟''

کبوتر گدھوں کے جوڑے کو ساتھ لے کر آیا تو انھوں نے دیکھا کہ آگ پوری طرح جل رہی تھی اور اس کی روشنی میں شکاری درخت پر چڑھ رہا تھا۔ دونوں گدھ کبوتر اور کبوتری کے ساتھ جلدی جلدی دریا پر گئے اور انھوں نے اپنے بڑے بڑے پروں میں پانی بھر کے لا کر آگ پر پھینکنا شروع کر دیا۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے چند لمحوں میں جلتی ہوئی آگ بجھ گئی۔ یہ دیکھ کر شکاری تلملا کر رہ گیا۔ مصیبت یہ تھی کہ اب اندھیرا بہت زیادہ ہو چکا تھا۔ پھر یہ بھی تھا کہ شکاری بار بار درخت پر چڑھنے اترنے میں تھک چکا تھا۔ اس لیے اس نے دل میں سوچا۔

''اب آگ جلانا مشکل ہے۔ بہت رات ہو گئی ہے۔ کیوں نہ رات یہیں بسر کر لوں۔ صبح آسانی سے بچے نکال کر لے چلوں گا۔''

یہ سوچ کر وہ درخت سے تھوڑی دور زمین پر کپڑا بچھا کر لیٹ گیا۔ کبوتر اور گدھ نے جب یہ دیکھا کہ شکاری وہیں پر رات بسر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور سونے کی تیاری کرنے لگا ہے تو وہ جان گئے کہ اس کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ یہ صبح ضرور گھونسلے میں سے بچے نکال کر لے جائے گا۔ یہ جان کر وہ کچھ دوسری ترکیبیں سوچنے لگے۔ کبوتری نے رائے دی۔

''میری مانو تو تم دونوں اپنے دوست سانپ کے پاس جاؤ۔ اس وقت وہی ہماری مدد کر سکتا ہے۔''

''ہاں! وہ یقیناً اس وقت ہمارے کام آ سکتا ہے۔''

مادہ گدھ نے بھی کبوتری کی رائے پسند کی۔

کبوتر اور گدھ دونوں تھوڑی ہی دیر میں اپنے دوست سانپ کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے شروع سے آخر تک اسے ساری بات بتائی اور پھر کہا۔

''اس وقت شکاری وہیں سویا ہوا ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ وہ صبح ضرور بچے نکال کر لے جائے گا۔''

سانپ لیٹے لیٹے سوچنے لگا تو کبوتر بولا۔

''اب صرف تمھاری مدد ہی میرے بچوں کی زندگی بچا سکتی ہے۔''

''ہم اسی لیے تمھارے پاس آئے ہیں۔'' گدھ نے بھی کبوتر کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔ سانپ بڑے غور سے ان کی باتیں سُن کر کہنے لگا:

''تم لوگ گھبراؤ نہیں۔''

''اس وقت تم دونوں جاؤ، میں صبح سارا بندوبست کرلوں گا''

''جیسے تمھاری مرضی۔''

گدھ اور کبوتر نے کہا اور دونوں واپس گھونسلے میں آ گئے۔ وہاں آ کر انھوں نے کبوتری اور مادہ گدھ کو ساری بات بتائی اور کہا کہ

''سانپ نے ہمیں مدد کرنے کا یقین دلایا ہے۔ وہ ضرور اپنی دوستی نبھائے گا۔''

اس کے بعد وہ چاروں کے چاروں درخت پر بیٹھے بیٹھے صبح کا انتظار کرنے لگے۔

شکاری رات بھر بڑے مزے سے سویا اور جب صبح ہوئی تو وہ خوش خوش آنکھیں ملتا ہوا اٹھا کہ درخت پر چڑھ کر گھونسلے میں سے بچے نکالے اور اپنے گھر کی راہ لے۔ اس نے اٹھ کر اپنا سامان وغیرہ سمیٹا اور جوں ہی درخت پر چڑھنے کے لیے اس کے پاس گیا، اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ حواس باختہ ہوگیا۔ گھبراہٹ اور خوف میں اسے اپنا ہوش تک نہ رہا۔ اس کے تیر کمان کہیں تھے اور اب وہ اپنی جان بچانے کی فکر کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا، جس درخت پر چڑھ کر اسے کبوتر کے گھونسلے سے بچے نکالنا تھے اس درخت کے تنے کے اردگرد بہت بڑا سانپ لپٹا ہوا اسے دیکھ دیکھ کر پھنکار رہا تھا۔ شکاری نے دل میں سوچا۔

''جس طرح بھی ہو اپنی جان بچاؤ۔ بھاڑ میں جائے شکار۔''

وہ اپنا سارا سامان چھوڑ چھاڑ کر الٹے پاؤں ایسا بھاگا کہ پھر پلٹ کر نہ دیکھا۔

وہ دن اور آج کا دن اس شکاری کا کہیں پتا نہیں چل سکا لیکن کبوتر آج بھی سکھ چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ ان کی دوستی کا نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی لوگ دوستی اور امن کے پیغام کے لیے کبوتر ہی استعمال کرتے ہیں۔

(پنجابی لوک داستانیں)

مشق

1- مختصر جواب دیں:

i- کبوتر، گِدھ اور سانپ میں قدرِ مشترک کیا تھی؟

ii- کبوتر، گِدھ اور سانپ دوستی اور باہمی تعاون پر کیوں آمادہ ہوئے؟

iii- شکاری کا کردار، کس بات کی علامت ہے؟

iv- کسی بیرونی خطرے کی صورت میں ہمیں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

v- پڑوسیوں سے تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟

vi- معاشرے کی بقا کے لیے امدادِ باہمی کی کیا اہمیت ہے؟

vii- کبوتر کو کس بات کی علامت قرار دیا جاتا ہے؟

viii- اپنی مدد آپ کے اصول کی اہمیت، کہانی کی مدد سے بیان کیجیے۔

2- ''دوستی کا پھل'' کا خلاصہ لکھیے۔

3- مندرجہ ذیل الفاظ کا مفہوم لکھیے:

سنگی، قدرے، سنجیدگی، برادری، حائل، فکر۔

نوٹ: لوک داستان، مقامی یا علاقائی زبان کی ایسی کہانی کو کہا جاتا ہے جو دوستی، ایثار، خلوص، ہمدردی، رحم، شجاعت، عدل، فرض شناسی، بہادری، جذبۂ حریت اور محبت جیسی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی حامل ہو۔ ایسی کہانی نسل در نسل سنائی جاتی ہے اور لوک حافظے کا حصہ بنتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ صدیوں بعد لوک داستان کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔

آپ کوئی ایسی لوک کہانی لکھیں، جس کا عنوان ''نااتفاقی کا انجام'' ہو اور ٹیوٹوریل گروپ میں سنائیں۔